یہ امر بہت مبارک ہے کہ سخت مصروف زندگی میں مرد اور خواتین وقت نکالتے ہیں۔ دین کے لیے جمع ہوتے ہیں، جگہ جگہ قرآن و حدیث کے درس ہوتے ہیں، مساجد میں نمازیں ہوتی ہیں، جمعہ کے اجتماعات ہوتے ہیں اور عیدین پر تو مقررہ مقامات پر میلوں کی طرح ہجوم ہوتا ہے۔ مکتنے ہی ماہانہ، ہفت روزہ، سائیکلوسٹائل کیے ہوئے، رسائل اور اخبارات اور خبرنامے اور دعوت نامے، جگہ جگہ سے شائع ہوتے ہیں۔ ان ساری سرگرمیوں کے لیے خدا کے بندے خاصی رقوم خرچ کرتے ہیں۔ باہر سے مناسب شخصیتوں کو بھاری رقوم خرچ کرکے بلواتے ہیں اور پھر اُن کے دَوروں کے لیے مزید انفاق کرتے ہیں۔

اجمالاً یہ تصویر میں نے اس لیے پیش کی ہے کہ یہاں کے خادمانِ تحریکِ اسلامی کو ان باتوں سے خوشی ہوگی کہ آج خدا کے فضل سے امریکہ جیسے ملکوں (نیز برطانیہ، فرانس، جرمنی، بلجیم، ناروے، سویڈن وغیرہ) میں بھی ہماری اذانیں گونج رہی ہیں۔ کتنی ہی جگہ تو گرجوں کی عمارات خرید کر مساجد تیار کی گئی ہیں خدا مختلف طریقوں سے اپنے دین کے غلبے کے سامان کر رہا ہے فالحمد للہ علی ذٰلک

امریکہ میں مسلمانوں، خصوصاً داعیانِ حق کی مشکلات بھی ہیں، ان میں کچھ کمزوریاں بھی پائی جاتی ہیں۔ وہاں کے حالات کی وجہ سے وہ بعض پیچیدگیوں میں بھی گھر جاتے ہیں، مگر میرا خیال یہ ہے کہ وہ مشکلات و موانعات کے آگے جھکنے کے بجائے اپنا راستہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس وجہ سے بعض اصحاب کا یہ رویہ مناسب نہیں کہ وہ اُن کو ملامت ہی کرتے رہتے ہیں۔

ایک اہم سوال پردے کے متعلق میرے سامنے آیا۔

جواباً عرض کیا کہ اگرچہ بعض حالات میں بعض مجبوریاں خواتین کے پردے کی حدود پر وقتی طور پر اثر انداز ہوسکتی ہیں، لیکن جونہی مجبوری رفع ہو، پردے کے حدود کو اپنی جگہ قائم ہوجانا چاہیے۔ رہے وہ لوگ جو مغربی معاشروں میں جاکر یہ خیال کرتے ہیں کہ شریعت کا قانونِ پردہ بالکل ختم ہی ہوگیا تو اُن کا سوچنا درست نہیں۔ ایسے لوگ تو خود ہمارے اپنے ملک میں بھی ہیں، جنہوں نے "ترقی" کی مجبوری کے تحت قرآن و حدیث کی (نعوذ باللہ) تصحیح کر لی ہے۔

ایسے لوگ بڑی روشن مثال ہیں جو امریکہ یا یورپ میں رہ کر بھی پردہ کرتے ہیں۔ ایک خاتون کو میں

جانتا ہوں، وہ برقع اوڑھتی ہیں اور دوسروں میں برقعے کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اس کے لیے تیار رہتی ہیں کہ جہاں کوئی برقعے کے سِل نہ سکنے کا عذر کرے، اُسے خود سی دیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو اس خوبی کے لیے مشہور رہیں کہ اُن کی بیویاں مستقلاً پردہ کرتی ہیں۔ صرف مجبورانہ استثنائی حالات میں وہ با دلِ ناخواستہ پردے کے اصول وحدود میں کوئی کمی کرتی ہیں۔ میں نے اجتماعات میں ایسی نوعمر لڑکیوں کو دیکھا جنہوں نے اگرچہ برقع اوڑھا ہوا نہیں تھا۔ مگر اپنے سروں اور گردنوں پر ایسا کپڑا لپیٹ رکھا تھا جس میں صرف اُن کی آنکھوں کے لیے دیکھنے کا خلا تھا۔ اور بقیہ لباس بھی اتنا ڈھیلا اور سادہ تھا کہ کسی طرح اس پر زینت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ میں نے ایک دکان کے سامنے ایک بلالی مسلم کے ساتھ دس بارہ سال کی ایک بچی کو کھڑے اس حال میں باتیں کرتے دیکھا کہ وہ سیاہ رنگ کا مکمل برقع اوڑھے ہوئے تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ اس معمر شخص کی بیٹی یا بھتیجی ہوگی۔

دوسرا اہم سوال اس امر پر اُٹھا کہ امریکہ میں انفرادیت اور آزادئ رائے کی جو آب وہوا اوّل روز سے پائی جاتی ہے وہ اِدھر سے جانے والے مسلمانوں پر بھی اثر کرتی ہے بلکہ بہت باشعور قسم کے اہلِ ایمان و دعوت بھی اس کی زد میں آتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ بعض دوستوں میں اجتماعیت کی جگہ تفرد[1] بہت جلد پیدا ہوجاتا ہے اور اس تفرد کے ساتھ عجیب چکر در چکر فلسفے نمودار ہوتے ہیں ان فلسفوں میں جو غوطے کھاتا رہ گیا اُسے خدا ہی بچائے۔

میں نے کسی مجلس میں موقع ملنے پر عام اصولی سی یہ باتیں عرض کیں کہ اہلِ ایمان میں باہم محبت ہونی چاہیے ان کا ملنا اور ایک دوسرے سے رخصت ہونا خدا کے لیے اور خدا کے دین کے لیے ہونا چاہیے۔ انہیں تمام معاملات ومسائل میں اجتماعی فضا میں غور وبحث کے ساتھ مشورے کرنے چاہئیں اور مشورے سے جو کچھ طے ہو اُس پر سرگرمی سے عمل کرنا چاہیے۔ آپس میں حسنِ ظن ضروری ہے۔ کوئی دوسرے کے خلاف محض اختلافات

---

[1] مثلاً میرے لیے یہی مثال عرض کردینا کافی ہے کہ ایک دوست اسلامی یونیورسٹی کا تخیل لے کے اُٹھے ہیں۔ دوسری طرف ایک اور دوست شرق وغرب یونیورسٹی (EAST & WEST UNIVERSITY) کے پروگرام کے علمبردار ہیں ان دونوں میں کوئی رابطہ اس موضوع پر نہیں ہوا۔ میں ان دونوں کو یکساں قابلِ توجہ سمجھتا ہوں۔

کی وجہ سے غیبت کا ارتکاب نہ کرنے۔ میں نے وضاحت کی کہ کسی شخص کی ایک رائے یا تجویز کا ختم ہو جانا اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ اجتماعیت ختم ہو جائے، یا باہمی محبت و رابطہ ختم ہو جائے، یا ایک متحدہ نظامِ کار ختم ہو جائے۔

ساتھ ہی میں یہ کہہ دوں کہ تمام لوگ جن سے مَیں ملا اُن کو مخلص پایا، کوئی شرارت پسند اور فتنہ گر نہیں ہے۔ بات محض اختلافات کی ہے جو انسانی زندگی اور اجتماعی سرگرمیوں کا لازمہ ہیں۔ کمی صرف یہ ہے کہ ہمارے دوستوں نے اسلامی فلسفۂ اختلاف کو متعین طور پر نہیں سمجھا۔ اور یہ بات امریکہ ہی کے لیے خاص نہیں۔ خود ہمارے اندر بھی کسی نہ کسی حد تک کام کرتی رہتی ہے۔ ملکی سطح پر تو آپ حضرات علماء کو دیکھتے ہیں کہ وہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کو افتراق کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ کوئی اجتماعیت اسلامی فلسفۂ اختلاف کو اچھی طرح سمجھے بغیر چل ہی نہیں سکتی۔

یہاں جو تذکرۂ احباب ہوا، اس سے غلط فہمی نہ ہو کہ کوئی خاص قضیہ ہے۔ قضیہ کچھ بھی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہاں چونکہ تربیت گاہوں کا انعقاد آسان نہیں، زیادہ وقت کے اجتماعات نہیں ہو سکتے اس وجہ سے مختلف زرخیز ذہنوں میں جن نئی نئی آرا اور سوالات کی نشوونما ہوتی رہتی ہے، ان سے نہ سب لوگ آگاہ ہو سکتے ہیں اور نہ اُن کے جوابی پہلو واضح ہو سکتے ہیں۔ عملی صورت یہ ہے کہ ہونے والے کام ہوتے جاتے ہیں اور متفرق آرا کی روئیدگی وقتی بہار دکھا کر مرجھا جاتی ہے۔ بس اتنا کرم اللہ کا ہے کہ دوستیاں اور محبتیں اور اجتماعیت سلامت ہے۔ بظاہر ایسا ہے۔

اس پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔

جہاں جہاں بھی جانا ہوا، اور جن اجتماعات میں بات کی جا سکی، مخاطب دوستوں کو (جن میں بسا اوقات دوسرے ممالک کے مسلم نوجوان بھی ہوتے) حسبِ ذیل اُمور کی طرف توجہ دلائی۔

۱۔ آپ حضرات مختلف ملکوں اور علاقوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے کے باوجود دعوتِ اسلامی کے لیے مل کے کام کریں، اور اپنے اپنے ملکوں کے مخصوص مسائل بھی صرف اپنے حلقے تک محدود نہ رکھیں بلکہ دوسرے علاقوں کے دوستوں کو بھی اُن سے آگاہ کریں۔ میں نے کہا کہ ایران کا انقلاب ہو یا افغانستان کے مسلم قبائلیوں کا جہاد، یا ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کا مسئلہ، یا عراق اور شام میں پیدا ہونے والی نئی

صورتِ حالات ، یا مصر کے معاہدۂ امن کے نتائج و اثرات ، ایسے تمام مسائل ہم سب کے مشترک مسائل ہیں ۔ ان پر مل جل کر سوچنا چاہیے اور آپس میں تعاون کرنا چاہیے ۔ اپنی اپنی تنظیمیں اور سنٹر الگ رکھتے ہوئے بھی مہینے دو مہینے میں ایک بار سب کو شہر بہ شہر مشترک اجتماع کرنے چاہییں ۔

۲ ۔ ایران کے پورے حالات بیان کر کے میں نے اس پر توجہ دلائی کہ وہاں کا بڑا مسئلہ مغربی قوموں کا مخالفانہ ردِّعمل ہے جو پروپیگنڈے کی شکل بھی اختیار کرتا ہے اور سازشوں کی بھی ۔ پس ایران کو مسلمانانِ عالم کی اخلاقی تائید و حمایت ملنی چاہیے ۔

۳ ۔ ہندوستانی مسلمانوں کو حالیہ مسلم کش فسادات نے جس بُری طرح اپنی خونی چکی میں پیسا ہے اس کا اجمالاً تذکرہ کر کے میں نے مخاطبین کو توجہ دلائی کہ یہاں کے چھوٹے سے چھوٹے سنٹر کی طرف سے نہ صرف بھارتی حکومت اور اس کے سفارت خانے کو احتجاج پہنچنے چاہییں بلکہ آپ لوگ مسلمان حکومتوں سے تقاضا کریں کہ وہ بھارتی حکومت پر اثر انداز ہو کر مسلمانوں کا تحفظ کریں ۔ نیز اقوامِ متحدہ کے سکرٹری کو احساس دلائیں ۔ اس سلسلے میں جہاں تک ہو سکے لاکھوں متاثرین کے لیے مالی امداد بھی بھجوائیں ۔

۴ ۔ افغانستان کی صورتِ حالات کا نقشہ پیش کر کے میں نے توجہ دلائی کہ اس معاملے میں بھی مسلم حکومتوں کو توجہ دلائیں کہ وہ روس کی پشت پناہی سے ترہکی کی اقلیتی حکومتوں کے ہاتھوں افغانی مسلمانوں کی اکثریت کی خونریزی اور نسل کشی کو بند کرائے اور مجاہدین کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے اپنا فرض ادا کریں خصوصاً ۲½ لاکھ سے زائد مہاجرین کو تو لازماً وسیع پیمانے پر امداد ملنی چاہیے ۔ کاش کہ مسلمان ملکوں کی انجمن ہلالِ احمر اتنی مضبوط ہوتی کہ وہ خالص انسانی ہمدردی کی بنا پر مہاجرین کی امداد کے لیے میدان میں اتر جاتی ۔

۵ ۔ آخر میں میں نے پاکستان کے سیاسی حالات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا کہ اس وقت ملحد اشتراکی اور مفاد پرست گروہ کی سرگرمیاں اور تیاریاں ایسی ہیں کہ ہمیں اُن کے خلاف آئندہ انتخابات میں ایک فیصلہ کن معرکے سے گزرنا ہوگا ۔ اس معرکے میں ہمارے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے آپ حضرات جس بھی طریق سے حصہ لے سکتے ہوں، لیں ۔ یہ سمجھ لیں کہ اس وقت پاکستان میں اسلام کی مضبوطی کی راہ نکلنے کی صورت میں ایران اور افغانستان کو بھی استحکام حاصل ہوگا اور بھارت کے مسلمانوں کو بھی سہارا ملے گا ۔ بصورتِ دیگر اگر ہم اور آپ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہ رہ گئے تو ایران، افغانستان

اور ہندوستان ــــــــ پورے خطے کے مسلمانوں کے حق میں مضر ہوگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ اس فرض کا خاصا گہرا احساس وہاں موجود ہے اور میں نے (اور خلیل حامدی صاحب نے) اس احساس کو اور زیادہ موثر بنانے کے لیے خاصا کام کیا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(بقیہ مقام غم)

کی بشری خطاؤں اور کمزوریوں سے درگزر فرما کر اُن کے جذبہٗ ایمانی اور اُن کی خدماتِ ملی وانسانی کو اپنی خاص قبولیت سے نوازے۔

مولینا ابوالخیر مودُودی کی تعزیت کے سلسلے میں جنرل محمد ضیاء الحق صدرِ پاکستان، میر علی احمد تالپور وزیرِ دفاع، جنرل سوار خاں گورنر پنجاب، سفیر مصر کے علاوہ بے شمار دیگر محبتوں کی طرف سے مولینا ابوالاعلیٰ مودُودی اور مرحوم کے اہلِ خانہ سے اظہارِ ہمدردی کے جو تار اور خطوط موصول ہو رہے ہیں، اُن کا فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے۔ میاں طفیل محمد صاحب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان، حسین فاروق مودُودی مہتمم ادارہ ترجمان القرآن اور ابوالبرکات (مرحوم کے صاحبزادے) سب اپنے ہمدردوں اور خیرخواہوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے فلاح وسعادت کی دُعا کرتے ہیں۔ (نعیم صدیقی)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے لیے دُعائے صحت کی اپیل

حال ہی میں اطلاع ملی ہے کہ بفیلو (امریکہ) کے ہسپتال میں مولانا مودودی کے معدے کا آپریشن ہو رہا ہے چنانچہ امریکی وقت کے مطابق ۱۲ بجے (مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۷۹ء) کو یہ مرحلہ بخیریت گزر گیا۔ آج (۵ ستمبر) صبح ۶ بجے حسین فاروق مودودی نے اپنے بھائی ڈاکٹر احمد فاروق مودودی سے ٹیلیفونی رابطہ کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ آپریشن جو ڈھائی گھنٹے جاری رہا بخیر وخوبی مکمل ہوا۔ مولینا کے رفقائے مقصد قارئین ترجمان القرآن اور جملہ مسلمان بحالیٔ صحت کی دعا کریں۔ (ادارہ)